بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امسال جماعت احمدیہ امریکہ کے جلسہ سالانہ کے موقعہ پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنی افتتاحی تقریر سے قبل حاضرین جلسہ کو وہ چابی دکھا رہے ہیں جو انہیں YPSILANTI شہر کے میئر کی طرف سے پیش کی گئی تھی۔ یہ جلسہ سالانہ اسی شہر کی مشیگن یونیورسٹی میں منعقد کیا گیا تھا۔

The **Ahmadiyya Gazette** and **Annoor** are published by **The Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.**
2141 Leroy Place, N.W., Washington DC 20008. Ph: (202) 232—3737
Printed at the Fazl-i-Umar Press and distributed from Athens, OH 45701

Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.
P. O. Box 226
CHAUNCEY, OH 45719

انفاق فی سبیل اللہ

القرآن

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (البقرۃ آیت ۲۶۱)

جو لوگ اپنے ملوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اُن کے اس فعل کی حالت اس دانہ کی حالت کے مشابہ ہے جو سات بالیں اُگائے (اور) ہر بالی میں سو دانہ ہو۔ اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (اس سے بھی) بڑھا (بڑھا) کردیتا ہے اور اللہ وسعت دینے والا (اور) بہت جاننے والا ہے۔

الحدیث

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ اَبِيْ بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ قَالَ لِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تُوْكِيْ فَيُوْكَى عَلَيْكِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا تُحْصِيْ فَيُحْصِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَا تُوْعِيْ فَيُوْعِيَ اللّٰهُ عَلَيْكِ اِرْضَخِيْ مَا اسْتَطَعْتِ۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ فرماتی ہیں کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اسماء! تم اپنے مال پر گرہ نہ دو ورنہ تم پر گرہ دی جائے گی۔" ایک اور روایت میں یوں ہے "اے اسماء! دینے میں شمار نہ رکھو ورنہ پھر اللہ بھی شمار کرکے ہی دے گا۔" ایک اور روایت میں یہ ہے "اے اسماء! اپنا مال تھیلی میں نہ رکھو ورنہ اللہ بھی اپنی رحمت تم سے روک لے گا۔"

ارشادات عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام

"جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا۔ میں اُمید نہیں رکھتا کہ اُس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آجائے گی بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی۔ پس چاہیئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کرکے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گذاری کا ہے۔ پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں اس وقت کے ایک پیسہ کے برابر نہیں ہوگا۔ ..... یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصّہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجالاکر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کے لئے بلاتا ہے۔" (تبلیغ رسالت جلد دہم)

دُعا کے ذریعے اپنے ربّ سے ذاتی تعلق پیدا کرو

اقتباس از خطبہ فرمودہ سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"ہمارے تمام منتظمین کو دعا کو اپنانا چاہیئے اور دعا سکھانی چاہیئے جس طرح نماز سکھانی ہے اسی طرح اپنے نوجوانوں کو دعا کی اہمیت بتائیں اور ان سے کہیں کہ اپنی روزمرہ کی مزدوریوں کے وقت اپنے لیئے دعا کیا کریں۔ ہر کام میں معروف ہوتے وقت دعا کیا کریں۔ اس سے خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ غیر معمولی سہولتیں پیدا ہوتی ہیں اور پھر کام اس طرح چلتے ہیں کہ پتہ ہی نہیں لگتا کہ یہ کون چلا رہا ہے۔ خود رو ہو جاتے ہیں بہتے چلے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح پھر ہم نے دیکھا ہے کہ جلسے کے بعد جلسہ آکر گذر جاتا ہے شروع میں بڑی مشکل پڑتی ہے۔ بڑے بوجھ اٹھائے ہوتے ہوتے ہیں لیکن جب جلسہ چلتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے فرشتے وہ بوجھ اٹھا کر اس حد سے گذر چکے ہیں اور پتہ ہی نہیں لگا کہ کب وقت آیا اور کب گذر گیا تو یہ دعاؤں کی برکت ہے جو ہماری نسلوں نے حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کی تربیت یافتہ نسلوں سے ورثے میں یہ برکت پائی ہے اور یہ سلیقہ سیکھا ہے اسے اب اگلی نسلوں میں ہمیں جاری کرنا ہے اور نسلاً بعد نسلٍ اس کی حفاظت کرنی ہے تو دعا کریں اور دعا کروائیں اور دعا کے سلیقے سکھائیں اور اس کے نیک نمونے قائم کریں اور پھر اس کے پھل کھائیں۔ دعا کے ذریعے مانگ کر جو چیز ملتی ہے اس کا مزہ ہی اور ہے۔ خدا کے روزمرہ تو اتنے احسانات ہیں کہ ان میں ڈوبے ہوئے آپ کو پتہ ہی نہیں رہتا کہ کون کون سے احسانات ہیں گننا شروع کریں تو ایک دن کے احسانات مہینوں میں نہیں گن سکتے لیکن دعا کے وقت ایک ذاتی رابطہ پیدا ہو جاتا ہے احسان پانے کا اور جو اس کا لطف ہے وہ عمومی احسان سے ایک الگ لطف ہے۔ روزمرہ روٹی کھا رہے ہیں لوگ۔ روٹیاں تقسیم ہو رہی ہیں مگر کسی کو بلا کر کہا جائے کہ میاں یہ تمہارے لئے یہ روٹی رکھی ہوئی ہے۔ اس روٹی کا بالکل اور مزہ ہے۔ اس لئے دعا کے

باقی صـ۶ پر
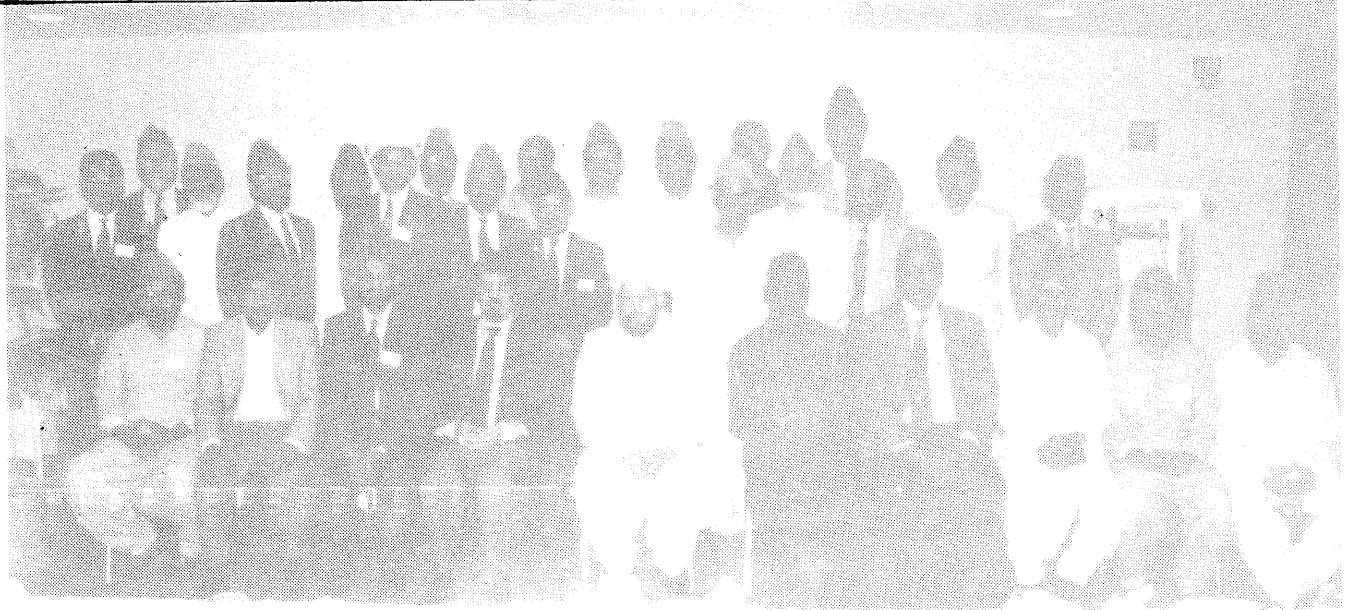
اراکین مجلس عاملہ جماعت احمدیہ امریکہ اپنے آقا کے ہمراہ

سلاطینِ عثمانیہ کے عہد کی ایک عظیم شخصیت اور نظریۂ وفاتِ مسیح

مورخ احمدیت مکرم مولانا دوست محمد صاحب شاہد

کوئی مورخ اسلامی تاریخ پر قلم اٹھاتے ہوئے عثمانی ترکوں اور سلاطینِ عثمانیہ کا ذکر کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنہوں نے کم و بیش ۶ صدیوں تک اسلام کی گرانقدر علمی، دینی اور تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ انہوں نے سقوطِ بغداد کے بعد اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں سے سلطنتِ اسلامیہ کے شیرازے کو یکجا کیا اور مسلمانوں کے ملّی اور قومی وجود میں ایسی جان ڈال دی کہ اُن کے روشن ماضی کی یاد تازہ ہوگئی اور اُن کی فتوحات کا دائرہ ممالکِ ایشیا سے یورپ کی حدود کے اندر دور تک وسیع ہوگیا۔ عثمانی ترکوں کو سلطنتِ اسلامیہ کی تاریخ کے تاج کا ایک گوہرِ بے بہا قرار دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ سیدنا مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"سچی اور حقیقی بات کے اظہار سے ہم رک نہیں سکتے۔ ترکوں کے ذریعہ سے اسلام کو بہت بڑی قوت حاصل ہوئی ہے ..... اب تک حرمین شریفین ترکوں ہی کی حفاظت کے نیچے خدا نے رکھے ہوئے ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں خدا تعالیٰ نے دو ہی گروہ رکھے ہیں ایک ترک دوسرے سادات۔ ترک ظاہری حکومت اور ریاست کے حق دار ہوئے اور سادات کو فقر کا مبدء قرار دیا گیا۔ چنانچہ صوفیوں نے فقر اور روحانی فیوض کا مبدء سادات ہی کو ٹھہرایا ہے اور میں نے بھی اپنے کشوف میں ایسا ہی پایا ہے۔ دنیا کا عروج ترکوں کو ملا ہے۔"

(الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۱ء)

عثمانی ترکوں کے علمی عہد میں ایسی ایسی یگانہ روزگار شخصیات پیدا ہوئیں جن کے فضل و کمال کے ڈنکے بج گئے اور اُن کے تبحرِ علمی کی شہرت تمام عالم اسلام میں دور دور تک پھیل گئی۔ تفسیر میں علامہ ابوسعید آفندی، طب میں حاجی پاشا اور علی احمد چلپی وسیم عباس، تاریخ میں سعدالدین مداد ثانی، حاجی خلیفہ مصطفیٰ پاشا، عطا دبے اور علی آفندی، جغرافیہ نویسی میں سیاہ زادہ محمد، اطلاس خوردو اور رئیف احمد کا پیدا کردہ لٹریچر اسلامی دنیا کا ایک بہترین علمی سرمایہ ہے۔

عثمانی ترکوں کو تصوف سے دلی لگاؤ تھا۔ علم تصوف میں جن صوفیاء نے نام پیدا کیا ان میں قاضی عسکرِ عثمانی حضرت شیخ بدرالدین سیماوی متوفی ۱۴۲۰ء/۸۲۳ھ ایک نہایت ممتاز اور بلند پایہ روحانی پیشوا تھے جو ترکی میں تصوف کے سلسلۂ محمدیہ کے بانی تھے۔ اُن کے مرید آج تک اُن کی جائے ولادت سماونہ کی نسبت سے "سماونی" کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔ آپ کا اصل نام محمود بن اسرائیل تھا۔ "عثمانلی مؤلفلری" کے مولف محمد طاہر ان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

آپ آزاد فکر اور فاضل مشائخ میں سے ایک فلسفی شخصیت رکھنے والے بزرگ تھے اور "سیماو" کے رہنے والے تھے۔ تحصیلِ علم کے لئے مصر گئے اور سید شریف اور حاجی پاشا کے ساتھ مل کر "مبارکشاہ" نامی ملاقے سے تعلیم حاصل کی۔ عظیم مشائخ میں سے "حسین اخلاطی" سے علم تصوف حاصل کیا۔ تبریز میں تیمور لنگ نے علماء کی ایک بہت بڑی مجلس میں اُن کو منصف مقرر کر کے آپ کے علم و فضل کو تسلیم کیا۔ آپ کی کُتب مندرجہ ذیل ہیں۔

نور القلوب (علم تفسیر) لطائف الاشارات (فروع علم فقہ) جامع الفصولین (لطائف الاشارات کی تسہیل اور شرح ہے) جامع الفتاوی (فقہ) مسرۃ القلوب، واردات کبری (تصوف) عقود الجواہر (علم صرف) چراغ الفتوح (علم نحو) ان میں سے صرف جامع الفصولین مطبوعہ ہے۔ کتاب واردات کی بنیاد امورِ آخرت، مبدا اور معاد ہیں۔

(عثمانلی مؤلفلری جلد ۱ صفحہ ۳۹ از محمد طاہر ناشر مطبعۂ عامرہ استنبول ۱۳۳۶ھ)

مؤخر الذکر کتاب "واردات" استنبول کی سلیمانیہ لائبریری میں موجود ہے بلکہ اس کے آٹھ قلمی نسخے اس لائبریری کی زینت ہیں۔ مولانا محمد جلال صاحب شمس کی کوشش سے مجھے کتاب کے ایک مستند نسخہ کی مائیکروفلم مہیا ہوئی ہے جس کے ایک حصے کا عکس اس مختصر مقالہ کے آخر میں بھی دیا جارہا ہے۔ اس معرکۃ الآراء کتاب کی یہ خصوصیت ہے کہ حضرت شیخ بدرالدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں اپنے ایک مکاشفہ کی بناء پر حضرت مسیحؑ کی وفات کا نہایت واضح اور بصیرت افروز انداز میں اعلان کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

"عیسیٰ علیہ السلام روحیلہ حی جسدیلہ میتدر ولکن روح اللہ اولوب وروحانیت اوزرینہ غالب اولدیغی اجلدن حکما للغالب اوالمدی دیمک مناسبہ محالدر شیخ بدرالدین قدس سرہ العزیز خضر تلری بیور کہ سکن یوزسنہ سنک جمعہ کوننده ایکی آدم کوردم یانغہ حاضر اولدیلر برینک الندہ حضرت عیسیٰ علیہ السلامک جسدلری وشرملہ ظن ایلدمکہ عیسیٰ علیہ السلامک بدنی وفات ایلدی۔"

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام جسمانی لحاظ سے وفات یافتہ ہیں لیکن ان کی روح زندہ ہے چونکہ آپ روح اللہ تھے اور روحانیت آپ پر غالب تھی، اس لئے روحانی طور پر

باقی صفحہ ۷ پر

ملکۂ برطانیہ کے ایک سابق معالج کا

دلیرانہ انکشاف

قرآنی صداقت کی ایمان افروز تائید و توثیق

"طبّی نقطۂ نگاہ سے مسیح علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے تھے، ان پر محض بیہوشی طاری ہوئی تھی"

مکرم مولانا عطاء المجیب راشد ـــــ امام مسجد فضل لندن

۲۷ اپریل ۱۹۹۱ء کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مومنوں کے دلوں کو تقویت دینے والا اور ایمانوں میں اضافہ کرنے والا واقعہ رونما ہوا۔ اس روز برطانیہ کے قریباً سب اخبارات نے (اور بعض اخبارات نے صفحۂ اوّل پر شہ سرخیوں کے ساتھ ملکۂ برطانیہ کے ایک سابق طبیب کے بیان کی خبر کو نمایاں طور پر شائع کیا جس نے قرآن مجید کے بیان پر مہر تصدیق ثبت کرتے ہوئے یہ اعلان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر ہرگز فوت نہیں ہوئے۔

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اب دانشمندانِ غرب اور احرارِ یورپ اس عظیم صداقت کو قبول کرنے کی طرف آ رہے ہیں اور بعض نے تو اس کے کھلم کھلا اعتراف کی سعادت بھی حاصل کر لی ہے۔ یہ وہی صداقت ہے جس کا قرآن مجید نے سب سے پہلے اعلان کیا اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ نے اپنی متعدد تصانیف میں واشگاف الفاظ میں تذکرہ فرمایا۔ نیز یہ پیشگوئی بھی فرمائی کہ بہت جلد ساری دنیا میں اس حقیقت کا اعتراف کیا جائے گا اور اس موقف کی تائید میں ہر طرف سے آوازیں بلند ہوں گی۔ ۲۷ اپریل ۱۹۹۱ء کے اخبارات اس بات پر زندہ گواہ ہیں کہ یہ منزل قریب تر آ رہی ہے۔ بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہؑ نے جو فرمایا تھا اس کے ظہور کی ایک ایمان افروز جھلک آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ؎

آ رہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار

آ رہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ ، میں کرتا ہوں اس کا انتظار

اللہ تعالیٰ اس پیشگوئی کے کامل ظہور کا انتہائی ایمان افروز نظارہ بھی اپنے فضل سے جلد دکھائے آمین۔

خاص طور پر برطانیہ کے اخبار "ٹوڈے" (TODAY) نے ملکہ برطانیہ کے سابق معالج DR. TREVOR LLOYD DAVIES کے اس دعوے کو صفحۂ اوّل پر شہ سرخیوں کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اُس کی خبر کا اُردو ترجمہ ذیل میں ہدیۂ قارئین ہے۔

"ملکہ کے ایک سابق معالج نے دعویٰ کیا ہے کہ مسیح کو جب صلیب پر سے اتارا گیا تھا تو اُس وقت وہ زندہ تھے اور فوت نہیں ہوئے تھے۔ ڈاکٹر لائیڈ ڈیویز کا کہنا ہے کہ ان پر بیہوشی طاری ہو گئی تھی اور بعد میں وہ پھر ہوش میں آ گئے تھے۔"

کلیسیا کے بپھرے ہوئے لیڈروں نے گذشتہ رات ان کے اس دعوے کی شدید مذمت کی کہ مریم میگدلینی اور دوسرے شاگرد حالات کے زبردست دباؤ میں تھے اور غالباً انہوں نے مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے کی کہانی اپنے پاس سے گھڑی تھی۔

ڈاکٹر موصوف فرماتے ہیں کہ

"واقعاتی شہادت سے اس امر کا پتہ لگتا ہے کہ مسیح صلیب پر صرف چھ گھنٹے رہے تھے جبکہ بالعموم صلیب پر موت کے واقع ہونے میں تین چار دن لگتے تھے۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح پر صرف بیہوشی طاری ہوئی تھی۔ ٹھنڈی جگہ پر رکھے جانے کے نتیجہ میں (جیسا کہ فی الواقعہ انہیں ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تھا) وہ ہوش میں آ گئے۔ اس امر کو باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ زخموں سے صحتیاب ہونے کے بعد سالہا سال زندہ نہیں رہ سکتے تھے۔"

ڈاکٹر لائیڈ ڈیویز ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۱ء تک ملکہ برطانیہ کے اعزازی معالج رہے۔ انہوں نے اپنے اس متنازعہ نظریہ کو صفِ اول کے طبّی رسالہ میں پیش

کیا ہے۔

ڈاکٹر موصوف کے ان دعاوی کو چرچ کے لیڈروں نے شدید تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ بشپ آف آکسفورڈ کے ترجمان ریورنڈ رچرڈ تھامس نے کہا بہت سے عیسائی اس نظریہ کو توہین آمیز پائیں گے۔ انہوں نے کہا یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسے ہم نے پہلے بھی بعض لوگوں کی زبانی سنا ہے۔ یہ حقیقت کہ اب کی بار اس میں طبی نقطۂ نگاہ بھی شامل ہو گیا ہے اس کے صحیح ہونے کے حق میں جواز کا کام نہیں دے سکتی۔ یہ کہنا کہ مسیح مر کر جی نہیں اٹھا بائبل کی مقدس تحریرات کو غلط معانی پہنانے کے مترادف ہے۔

ایک کیتھولک ترجمان نے کہا ہمارا کلیسا دو ہزار سال سے قائم چلا آ رہا ہے ہمارے عقائد کو تبدیل کرنے کے لئے اس سے بھی زیادہ عرصہ درکار ہو گا۔ اس کے بالمقابل ڈاکٹر ڈیویز کا کہنا یہ ہے عیسائیوں میں اتنی ہمت ہونی چاہیئے کہ وہ مسیح کی موت سے متعلق عقلی اور آزاد خیالی پر مبنی توجیہہ کو قبول کر سکیں۔

ڈاکٹر موصوف اور ان کی ماہر دینیات بیوی مارگریٹ نے رائل کالج آف فزیشنز کے رسالہ میں صلیب پر مسیح کی حالت کا طبی نقطۂ نگاہ سے تفصیلی تجزیہ پیش کیا ہے انہوں نے لکھا ہے صلیب دئے جانے پر مسیح شدید صدمہ کی حالت سے دوچار تھے اور ان کے خون کے دباؤ میں شدید کمی واقع ہو گئی تھی اور دماغ کو خون کی بہم رسائی میں قلت کی وجہ سے ان کے ہوش و حواس برقرار نہ رہے تھے۔ ان کی کھال کی خاکستری یعنی زرد رنگت اور بے حسی کو موت کی علامت سمجھ لیا گیا۔ قریب کھڑے ہوئے لوگوں نے یہ باور کر لیا کہ مسیح کی موت واقع ہو گئی ہے۔

ڈاکٹر لائیڈ ڈیویز جو ایسکس کے علاقہ سیفران والڈن کے رہنے والے ہیں نے لکھا ہے کہ اگرچہ ان کے دل اور سانس کی حرکت محسوس نہ ہوتی تھی لیکن فی الحقیقت وہ ابھی زندہ ہی تھے اور مرے نہ تھے۔

(ٹوڈے بابت ۲۷ اپریل ۱۹۹۱ء صفحہ اول)

ڈاکٹر لائیڈ ڈیویز کے اس نظریہ کے متعلق لندن کے اخبارات ٹائمز، ڈیلی ٹیلیگراف، گارڈین، ڈیلی ایکسپریس اور ڈیلی سن نے بھی تفصیلی خبریں شائع کی ہیں

بقیہ صفحہ ۲ سے

آپ زندہ ہیں۔ حضرت شیخ بدر الدین قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ میں نے کشفی طور پر ۸۰۸ھ بروز جمعہ دیکھا کہ دو آدمی میرے سامنے حاضر ہوئے جن میں سے ایک کے ہاتھ میں عیسیٰ علیہ السلام کا مردہ جسم تھا اور گویا وہ مجھے اشارہ سے یہ بتا رہے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا بدن وفات پا چکا ہے۔"

(قلمی نسخہ کتاب الواردات ص۱ مصنفہ بدر الدین سیماوی سلیمانیہ لائبریری قسم حاجی محمود افندی نمبر ۳۰۵۲، نمبر ۲۸۴۱)

(تمام عکس صفحہ نمبر ۲۰ پر ملاحظہ فرمائیں)

ماخذ:۔ (۱) الواردات (۲) عثمانلی مؤلفلری جلد ۱ ص ۳۹ مصنفہ محمد طاہر (۳) کشف الظنون جلد نمبر ۲ ص ۱۹۹۵ (حاجی خلیفہ وکاتب چلپی (۴) معجم المؤلفین جلد نمبر ۱۲ ص ۱۵۲ عمر رضا کوحالہ (۵) تاریخ ملت (مفتی انتظام اللہ صاحب شہابی اکبر آبادی ناشر ندوۃ المصنفین جامع مسجد دہلی) (۶) رسالہ العربی (کویت) رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ مطابق اگست ۱۹۸۰ء ص ۱۲۴ تا ص ۱۲۹۔

بقیہ صفحہ ۳ سے

ذریعے وہ لذت حاصل کریں اور اپنے رب سے وہ تعلق پیدا کریں جس کے نتیجے میں آپ کو بھی خدا کی طرف سے تھوڑا تھوڑا فائدہ ملنا شروع ہو جائے کچھ رزق براہ راست آپ کے حصے میں آئے اور اس کی وجہ سے پھر مستقل ہماری آئندہ نسلوں کی حفاظت ہو جائے گی۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ جولائی ۱۹۹۰ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کو خط لکھتے ہوئے اپنا اور اپنا پتہ اور نام صاف ستھرا لکھئے تا آپ کو جواب بروقت مل جائے۔ جزاکم اللہ۔

پیارے آقا آج بھی تو زندہ ہے

سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی سیرت و سوانح

(مولانا مرزا محمد الدین ناز صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ)

- "مسیح کی وفات ہوگی اور پھر آپ کی بادشاہت آپ کے بیٹے اور پھر پوتے کو منتقل ہوگی"
(طالمود جوزف بارکلے باب پنجم ص۳۷)
- "اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ يَنْزِلُ مَنْزِلَ الْمُبَارَكِ ساقیا آمدنِ عید مبارک بادت"
(بدر، الحکم ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۷ء)
ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں وہ مبارک احمد کی شبیہ ہوگا۔ اے ساقی عید کا آنا تجھے مبارک ہو۔
- "اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ نَافِلَةً لَّكَ" ہم تجھے ایک لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جو تیرا پوتا ہوگا۔
(البدر ۵ اپریل ۱۹۰۶ء)
- "مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا"
(حضرت مصلح موعود۔ الفضل ۸ اپریل ۱۹۱۵ء)

طالمود میں یہ عظیم خوشخبری دی گئی ہے کہ آخری زمانہ میں ایک مامور من اللہ ظاہر ہوں گے اور اُن کی وفات کے بعد روحانی بادشاہت کے وارث ان کے حقیقی فرزند ہوں گے اور بعد ازاں اُن کی اولاد روحانی بادشاہت کے قیام اور مضبوطی کے لئے کارہائے نمایاں سرانجام دے گا۔
چنانچہ وہ مامور من اللہ اپنے وقت پر دُنیا کی اصلاح کے لئے آیا جس کا نام نامی سیدنا حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ آپ نے اپنے بعد ایک ایسے بیٹے کی بشارت دی جو حُسن و احسان میں اپنے عظیم الشان باپ کی نظیر ہوگا۔ لمبی عمر پائے گا۔ دُنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا اور پھر ان کی اولاد ان کی جانشینی میں ایک نئے مبارک دَور کا آغاز کرے گی۔

اِس کثیر المقاصد اور ہمہ جہتی اور مختلف النوع پہلوؤں پر مشتمل عظیم الشان پیشگوئی کے مصداق سیدنا حضرت مصلح موعود تھے جن کی زندگی کا ہر لمحہ پیشگوئی کے لفظ لفظ سے عبارت تھا۔
سیدنا حضرت مصلح موعود نے اپنی ایک اہم رؤیا میں اپنے دو عظیم الشان فرزندوں کا وہ جوش ملاحظہ فرمایا جو جماعت کو تقویٰ اور اخلاق کے اعلیٰ معیار پر قائم کرنے کے لئے وہ اپنے دل میں رکھتے تھے۔ آپ نے رؤیا میں دیکھا کہ

> "میرے سامنے کوئی شخص بیٹھا ہے اور میں نے کوئی فقرہ کہا ہے جس میں جماعتِ احمدیہ پر کچھ تنقید ہے میں نے محسوس کیا کہ اس دوسرے شخص نے اس تنقید کرنے کو ناپسند کیا ہے اور یہ سمجھا ہے کہ اس تنقید کو سُن کر دشمن اور دوست دلیر ہو جائیں گے اور جماعت کا درجہ گرائیں گے اس کے بعد میرے دو لڑکوں نے بھی اسی قسم کا کوئی فقرہ کہا ہے اور ان دو لڑکوں میں سے ایک مرزا ناصر احمد معلوم ہوتے ہیں۔ میرے لڑکوں کا فقرہ سُن کے اس شخص کے چہرہ پر ایسے آثار ظاہر ہوئے کہ گویا وہ کہتا ہے دیکھئے جو میں سمجھتا تھا وہی ہوا اس پر میں نے کہا کہ تم ان لڑکوں کی بات نہیں سمجھے۔ انہوں نے تو وہ کہا ہے جو میں کہلوانا چاہتا تھا۔ ان کے فقرے سے یہ مراد ہے کہ جماعتِ احمدیہ کے تقویٰ اور اخلاق کا مقام اونچا کرنا چاہیئے اور ہم اب اس کے لئے کوشش کریں گے۔"
> (الفضل ۱۴ جون ۱۹۵۴ء)

اِس رؤیا میں خدا تعالیٰ نے سیدنا حضرت مصلح موعود کو ایسے عظیم الشان دو بیٹوں کے مقام کو ظاہر فرمایا ہے کہ وہ اپنے اولو العزم اور جلیل القدر باپ کی طرح جماعت کی مدبرانہ قیادت فرماتے ہوئے جماعت کو اعلیٰ روحانی و اخلاقی معیار پر قائم کریں گے اور واضح فرمایا کہ ایک ان میں مرزا ناصر احمد ہیں۔ سیدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب واقعی مبارک کے رُوپ میں خدا تعالیٰ کے فضلوں کے جلو میں برکتوں کے منادی بن کر ۱۶ نومبر ۱۹۰۹ء کو اس دُنیا میں تشریف لائے۔ آپ کی پرورش حضرت امّاں جان کی عظیم الشان گود میں ہوئی اور اِس طرح طفولیت کے زمانہ سے ہی آپ کی تربیت ایک اعلیٰ روحانی و اخلاقی ماحول میں ہوئی۔ تیرہ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت پائی۔ آپ کی تاریخ حفظِ قرآن "حافظِ قرآن" (۱۳۴۰ھ) تھی۔
۱۹۳۴ء میں بی۔اے کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ کی شادی کی تقریب سعید ہمراہ حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ بنت حضرت نواب محمد علی خان صاحب و حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ ۶ اگست ۱۹۳۴ء کو عمل میں لائی گئی اور اسی سال ۶ ستمبر کو حضرت مصلح موعود کے ارشادِ گرامی کی تعمیل میں آپ اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان روانہ ہوئے اور وہاں آپ اپنے ساتھیوں میں اعلیٰ اقدار کی حسین یادیں چھوڑ کر ۱۹۳۸ء میں واپس قادیان تشریف لائے۔
جون ۱۹۳۹ء سے اپریل ۱۹۴۴ء تک جامعہ احمدیہ قادیان کے پرنسپل رہے اور اس دوران کچھ عرصہ کے لئے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے ہیڈ ماسٹر بھی رہے۔ مئی ۱۹۴۴ء میں تعلیم الاسلام کالج کی بنیاد رکھی گئی اور آپ اس کے پہلے پرنسپل مقرر ہوئے۔ آپ ۲۱ سال تک اس پودے کی جسے سیدنا حضرت مصلح موعود نے لگایا پورے صدق و وفا، اخلاص و محبت، محنت اور لگن سے آبیاری کرتے رہے۔ اور اِس طرح تعلیم الاسلام کالج ملک کے چوٹی کے کالجوں میں شمار ہونے لگا اور بلا تمیز رنگ و نسل، مذہب و ملت اور بلا تفریق امیر و غریب اس درسگاہ سے اپنے اور بیگانے استفادہ کرکے قوم اور ملک کے افق پر ستاروں کی طرح چمکے چنانچہ محکمۂ تعلیم کے صوبائی سیکرٹری مکرم پروفیسر سراج الدین صاحب جلسہ تقسیم اسناد کی صدارتی تقریر میں خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

> "کالج کی یہ خوش قسمتی ہے کہ اسے ایک ایسے پرنسپل کی راہنمائی حاصل ہے جو ایمان و یقین، خلوص و فدائیت اور بلند کرداری کے اعلیٰ اوصاف سے مالا مال ہے ....
> جب میں اِس کالج پر نظر ڈالتا ہوں تو مجھے انگلستان اور امریکہ میں علم کی ترویج اور اس کے فروغ کے متعلق انسانوں کے وہ عظیم محسن یاد آئے بغیر نہیں رہتے جنہوں نے خدا کی تقدیس اور بنی نوع انسان کی خدمت کی نیت سے آکسفورڈ، کیمبرج اور ہاورڈ میں کالج قائم کئے خالصۃً ذاتی عزم و ہمت کے بل بوتے پر ربوہ میں ایسی درس گاہ کا قائم کر دکھانا ایک عظیم کارنامہ ہے۔"
> (المنار)

خدام الاحمدیہ کی تنظیم کو قائم ہوئے چند ماہ گذرے تھے کہ حضرت مصلح موعود نے آپ کو صدر

مجلس خدام الاحمدیہ نامزد فرمایا۔ ۱۹۴۹ء تک آپ بحیثیت صدر اور ۱۹۴۹ء سے ۱۹۵۴ء تک بحیثیت نائب صدر نوجوانانِ احمدیت کی عالمی تنظیم کی پختہ بنیادوں پر تعمیر کی (اس دوران حضرت مصلح موعود خود صدر خدام الاحمدیہ تھے) اسی عرصہ میں دستور، بجٹ، اجتماع جیسے بنیادی اہم امور کا آغاز ہؤا اور نوجوانوں کی راہِ عمل متعین کی۔ پاکستان میں ۱۹۵۰ء میں پہلی مرتبہ انتہائی خوفناک سیلاب آیا اور ہزاروں لوگ اپنے گھروں سے بے گھر ہوئے۔ سینکڑوں گھر مسمار ہوئے۔ ایسے وقت میں آپ نے خدام الاحمدیہ کی خدمات حکومت کو پیش کر دیں۔ حکومت نے انتہائی شکر گزاری کے ساتھ اسے منظور کرتے ہوئے ہر متاثرہ علاقہ میں جو کئی اضلاع پر مشتمل تھا کام کرنے کے لئے کہا اور آپ کی سرکردگی میں یہ کام ہر جگہ نہایت عمدگی سے سرانجام پایا۔ نوجوانوں نے اپنی زندگیوں کو خطرہ میں ڈال کر پہلے گھرے ہوئے لوگوں کو محفوظ مقامات تک پہنچایا پھر بے گھر ہونے والوں کے کھانے پینے اور دیگر ضروریات کا انتظام کیا۔ بعدازاں بے وسیلہ لوگوں کے مکانات کی تعمیر میں مدد کی۔ آپ ہر جگہ خود پہنچ کر کام کی نگرانی کرتے رہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد ابھی یہ نوزائیدہ مملکتِ خداداد اپنے پیروں پر کھڑی بھی نہ ہوئی تھی کہ ہندوستان کے حملے کی وجہ سے اس کی سرحدوں کو شدید خطرہ لاحق ہوگیا اور ہمیشہ کی طرح جماعتِ احمدیہ نے ملک کی خاطر اپنی بھرپور قربانی پیش کی اور ملکی خدمت کے لئے فرقان بٹالین کو منظم کیا تو عرصہ دو سال تک آپ اس کی سرپرست کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے راہنمائی فرماتے رہے۔

۱۹۵۳ء میں جب جماعتِ احمدیہ اپنی تاریخ کے ایک اَور سنگین دَور سے گذر رہی تھی۔ خدا کی تقدیر افرادِ جماعت سے ہر قسم کی قربانی لے رہی تھی۔ آپ نے بھی سُنّتِ یوسفی کو زندہ کیا اور یکم اپریل ۱۹۵۳ء تا ۲۸ مئی ۱۹۵۳ء قید و بند کی صعوبت برداشت کی۔

۱۹۵۴ء میں آپ انصاراللہ کی تنظیم میں شامل ہوئے تو حضرت مصلح موعود نے آپ کو مجلسِ انصاراللہ کا صدر نامزد فرمایا۔ آپ نے قولاً اور عملاً یہ ثابت کر دکھایا کہ

"مَیں بوڑھا نہیں ہؤا البتہ انصاراللہ جوان ہوگئی ہے"

منصبِ امامت پر فائز ہونے کے باوجود ممبرانِ انصاراللہ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے آپ ۱۹۶۸ء تک صدر مجلس انصاراللہ رہے۔ آپ کے دَور میں انصاراللہ کے تنظیمی ڈھانچے کو مختلف النوع بنیادوں پر استوار کیا گیا۔ مرکزی سالانہ اجتماعات کی ابتداء۔ علاقائی اجتماعات کا آغاز اور ضلعوار نظام کا قیام، دستورِ اساسی کی تدوین، ماہنامہ انصاراللہ کا اجراء، انصاراللہ کے سہ ماہی امتحانات کا انعقاد، عَلَمِ انعامی اور سنداتِ خوشنودی کی تقسیم، دفتر انصاراللہ کی تعمیر، اطفال کے وظائفِ انعامی کا اجراء اور اشاعتِ لٹریچر آپ کے دَورِ صدارت کی اہم یادیں ہیں۔

مئی ۱۹۵۵ء میں صدر صدر انجمن احمدیہ کے طور پر آپ کی تقرری ہوئی اور نومبر ۱۹۶۵ء تک آپ اِس عہدہ پر فائز رہ کر امامِ وقت کی ہدایات کی روشنی میں اہم امور کی انجام دہی فرماتے رہے۔ حضرت مصلح موعود کی وفات حسرت آیات پر ۸ نومبر ۱۹۶۵ء بعد نمازِ عشاء اراکینِ مجلسِ انتخاب نے آپ کو اپنا نیا امام منتخب کیا۔ آپ نے اِس موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مَیں حتی الوسع ..... کے لئے کوشش کرتا رہوں گا اور آپ میں سے ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور خیرخواہی کا سلوک کروں گا۔ چونکہ آپ نے مجھ پر ایک بھاری ذمّہ داری ڈالی ہے اِس لئے مَیں آپ سے امّید رکھتا ہوں کہ آپ بھی اپنی دعاؤں اور مشوروں سے میری مدد کرتے رہیں گے۔"

پھر آپ نے ۹ نومبر ۱۹۶۵ء کو حضرت مصلح موعود کی نمازِ جنازہ سے پہلے ایک مختصر سے خطاب میں ہزاروں احمدیوں کو جو نماز کے لئے صف بستہ کھڑے تھے مخاطب کرتے ہوئے اِس عہد کی تجدید کی:

"مَیں چاہتا ہوں کہ نمازِ جنازہ ادا کرنے سے قبل ہم سب اپنے ربِ رؤف کو گواہ بنا کر اِس مقدس مُنہ کی خاطر جو چند گھڑیوں میں ہماری آنکھوں سے اوجھل ہونے والا ہے اپنے ایک عہد کی تجدید کریں اور وہ عہد یہ ہے کہ ہم دین اور دین کے مصالح کو دُنیا اور اس کے سب سامانوں اور اس کی ثروت اور وجاہت پر ہر حال میں مقدم رکھیں گے اور دُنیا میں دین کی سربلندی کے لئے مقدور بھر کوشش کریں گے۔"

(الفضل ۱۳۔ مارچ ۱۹۶۶ء)

سیّدنا حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کے دَور میں خدا تعالیٰ کی خاص تائیدات کے جلوے ظاہر ہوئے اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیار کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ

"مَیں تینوں ایناں دیاں گا کہ تُو رَج جائیں گا"

چشمِ عالَم نے اِس حقیقت کا مشاہدہ کیا کہ جو بھی تحریک آپ نے جاری فرمائی خدا تعالیٰ نے جماعت کی حقیر قربانیوں کو نوازتے ہوئے اس میں عظیم الشان برکتیں ڈالیں۔

بھوکوں کو کھانا کھلانے کی تحریک، فضلِ عمر فاؤنڈیشن کا قیام، نئی نظارت اصلاح وارشاد تعلیم القرآن کا قیام، وقفِ عارضی کی سکیم، تحریکِ جدید کے دفتر سوم کا اجراء، انجمن ہائے موصیان کا قیام، وقفِ جدید دفتر اطفال کا آغاز، بدرسوم کے خلاف جہاد کی تحریک، تسبیح وتحمید، درود شریف اور استغفار کی تحریک، سورۃ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات حفظ کرنے کی تحریک، مجلس نصرت جہاں کا قیام، احمدیہ بُک ڈپو کا افتتاح، تعلیمی منصوبہ، ستارۂ احمدیت کا نشان اور دُوررس نتائج کا حامل احمدیہ صدسالہ جوبلی منصوبہ، یہ وہ اہم تحریکات ہیں جو جماعتِ احمدیہ کی تاریخ میں روشنی کے مینار ہیں اور جن کی برکات وانوار کا سلسلہ تمام عالَم پر محیط ہونے کے علاوہ اثرات کے لحاظ سے دیرپا اور مستقل ہے۔

۴۔ دسمبر ۱۹۸۱ء کو آپ کی زندگی کو ایک عظیم سانحہ پیش آیا کہ آپ کی حرم حضرت سیّدہ منصورہ بیگم صاحبہ ایک مختصر علالت کے بعد ½ ۴۷ سال انتہائی وفا ومحبت اور کمال صدق وصفا سے اپنی ذمّہ داریوں کو ادا کرتی ہوئیں رخصت ہوگئیں۔ یہ صدمہ آپ کے لئے بہت صبر آزما تھا تاہم آپ کے معمولات اور فرائضِ امامت میں سرِ مُو بھی فرق نہ آیا۔

۱۱ اپریل ۱۹۸۲ء کو آپ نے اپنا نکاح ثانی حضرت سیّدہ طاہرہ صدیقہ صاحبہ بنت محترم عبدالمجید خان صاحب مرحوم سے خود پڑھا۔ گو یہ رفاقت تھوڑا عرصہ رہی لیکن شوہر کی حیثیت سے آپ نے اپنی کم عمر حرم پر اعلیٰ اخلاق کے ایسے گہرے اور اَنمٹ نقوش چھوڑے ہیں جو صرف اور صرف خدا تعالیٰ کے پیاروں کا حصّہ ہیں۔

۹ جون ۱۹۸۲ء کو خدائے بزرگ و برتر کا وہ عاشق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جانثار خادم حضرت مسیح موعود کے مشن کی تکمیل کے لئے کوشاں، حضرت امّاں جان کی گود کا پالا، حضرت مصلح موعود کا فرزندِ ارجمند، احمدیت کے کارواں کا سپہ سالار، عزم وہمّت کا پیکر، ہر اندھیرے میں روشنی کا مینار، ہر طوفان کے سامنے آہنی دیوار ہمارا پیارا آقا ہمیں حزیں بنا کر اپنے پیارے مولائے حقیقی کے حضور پیش ہوگیا۔

آپ کے عہد میں خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت نے ترقی کی کئی منازل طے کیں۔ صرف مجلس نصرت جہاں کے تحت افریقہ میں ۱۹ ہسپتال اور ۲۴ سکولز کھولے گئے جس کے بڑے خوشکن اثرات ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ اندرون اور بیرون پاکستان کئی مشن ہاؤسز کا اجراء ہؤا اور اسی طرح سینکڑوں بیوت الذکر تعمیر ہوئیں۔ جماعتِ احمدیہ تعداد میں، غیر ممالک میں پھیلاؤ میں، مالی قربانی میں، اشاعتِ قرآن میں، تعلیمی ترقی میں ہر دن بڑھ چڑھی۔ قرآن کریم کی اشاعت میں تو غیر معمولی اور شاندار کارنامہ یہ سرانجام دیا گیا کہ کثیر تعداد میں قرآن کریم کی اشاعت کر کے ہوٹلوں اور معروف جگہوں پر رکھائے گئے تا ہر طالبِ حق اس سے استفادہ کر سکے۔

آپ نے جماعت کو یہ ماٹو دیا "LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE" کہ محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں۔ اور اندرون وبیرونِ ملک اس کے رُوح پرور نظارے دیکھنے میں آئے۔ آپ نے غیروں سے بہت تلخیاں اُٹھائیں لیکن تعصب ونفرت کا جواب حُسنِ سلوک اور محبت سے دیا گالیاں سُنیں اور دعائیں دیں اور باوجود ہر قسم کے دباؤ اور انگیخت کے نہ صرف خود اعلیٰ اخلاقِ حمیدہ

کا مظاہرہ فرمایا بلکہ جماعت کے ہر فرد کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حسین تعلیم سے بھٹکنے نہیں دیا۔ ۱۹۷۴ء میں بے شمار لوگ غم و غصہ کے جذبات سے لبریز آپ سے ملنے آتے لیکن مسکراہٹوں سے دامن بھر کر جاتے۔ آپ کے پیار کا دوسرا بڑا مرکز افریقہ کی مجبور اور پسماندہ اقوام تھیں جنہیں ساری دُنیا نے غلام بنائے رکھا اور قابلِ نفرین جذبات کا نشانہ بنایا آپ نے ان اقوام کو گلے لگایا اور خصوصاً ان کے بچوں سے بہت پیار کیا۔ ان کی تعلیم اور صحت کا اِس قدر خیال فرمایا کہ وہاں سکول اور ہسپتال قائم فرمائے آج تک وہ اقوام اس پیار بھرے لمس کو محسوس کر کے اپنے اس پیارے آقا کی یاد کو تازہ کرتی ہیں۔

سپین میں دوبارہ خدائے واحد کی پرستش کے لئے آپ کے دل میں ازحد تڑپ تھی۔ آپ نے اس کے لئے بڑی دعا کی۔ بالآخر خدا تعالیٰ نے آپ کی دعاؤں کو مجسم دیا اور پیدرو آباد میں بیتِ بشارت کی بنیاد رکھی اور اِس طرح ساڑھے سات سَو سال کے دردناک تعطّل کے بعد سپین کی فضاؤں میں پھر اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی۔ سپین کی آنے والی نسلیں آپ کے اِس عظیم الشان احسان پر آپ کا نام محبت، احترام اور گہرے تشکر کے جذبات سے یاد رکھیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت نے انسان کے جسم کو تو فانی رکھا ہے لیکن اس کے نیک کاموں کو دوام بخشا ہے جو مرورِ زمانہ سے معدوم نہیں ہوتے بلکہ زندۂ جاوید رہتے ہیں اور اُس کے نام کو بھی لوحِ مستقبل پر کندہ کر دیتے ہیں۔

آپ کا قلبِ صافی انوار و معارف کا سمندر تو مسندِ امامت پر متمکن ہونے سے پہلے ہی تھا لیکن بعد میں تو خدا تعالیٰ کی خاص تجلّی کا مظہر بن گیا اور آپ نے تعمیرِ خانہ کعبہ کے مقاصد، اسلام کا اقتصادی نظام اصول و فلسفہ اور دیگر اہم مضامین پر پُرمعارف خطبات ارشاد فرمائے۔ آپ نے عیسائیوں کو تفسیر سورۃ فاتحہ کا از سرِ نَو چیلنج دیا اور قرآن کریم کی اچھوتے رنگ میں تفسیر فرمائی۔ واقعی ہمارا یہ ایمان ہے کہ جب کسی وجود کو خدا تعالیٰ مہماتِ دینیہ کے لئے چُن لیتا ہے تو اس کی حیّ و قیّوم ذات اس میں سے ایک نئے وجود کو جنم دیتی ہے جو آخری وقت تک اس کے ہاتھ میں الٰہی تقدیر کی تکمیل میں ایک آلہ بن کر منزلِ مقصود کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ وہ اس کے کاموں میں برکت دیتا ہے۔ اس کی دعاؤں کو سُنتا ہے۔ اس کو علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کرتا ہے اور ہر قدم پر اس کی راہنمائی کرتا ہے ہم جماعتِ احمدیہ کے افراد اِس بنیادی سچائی کے عینی شاہد ہیں۔

احبابِ جماعت کے لئے آپ کا دِل پیار اور محبت سے لبریز تھا۔ ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ میرے ساتھ آپ کا ایک خاص تعلق ہے اور یہی جماعتِ احمدیہ کی رُوح اور اس کی جان ہے کہ جماعت کا ہر فرد اپنے آقا سے انتہائی پیار اور عشق کا تعلق رکھتا ہے اور ہمارے پیارے آقا اپنے اپنے وقت میں اس سے زیادہ محبت اور پیار سے اپنے خدام کو نوازتے رہے یہی وجہ ہے کہ آپ سے جب ایک دفعہ سوال ہوُا کہ جماعت میں آپ کا کیا مقام ہے تو آپ نے فرمایا میں اور جماعت علیحدہ وجود نہیں ہیں۔ جماعت امام ہے اور امام جماعت ہے۔ گویا ایک ہی وجود ہیں۔ اس سے اس عدیم المثال پیار کا پتہ چلتا ہے جو امامِ وقت کو اپنے خدّام سے ہوتا ہے۔

حضورِ انور کا خدا تعالیٰ سے ایک خاص تعلق تھا جو آپ کے چہرے پر ظاہری طور پر بھی نمایاں تھا ایک دفعہ دَورۂ افریقہ کے سفر میں ایک شخص نے آپ کے چہرے کو دیکھتے ہی نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ جب پوچھا گیا کہ یہ شخص کیا نعرے لگا رہا ہے تو بتایا گیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مَیں یسوع کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس شخص کا خدا سے زندہ تعلق ہے۔ آپ کے ایک جرمن دوست MR. JOACHIM نے بیان کیا کہ مجھے مسائل کا تو علم نہیں لیکن مَیں مرزا ناصر احمد صاحب کے متعلق حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ یہ خدا کا بندہ ہے، اس کا خدا سے زندہ تعلق ہے۔ خدا اس کی سُنتا ہے اور اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔

احبابِ جماعت آپ کی خدمت میں لکھتے کہ ہمارے ہاں بچہ پیدا ہونے والا ہے حضور نام تجویز فرمائیں بعض اوقات آپ صرف لڑکے کا نام تجویز فرماتے تو خدا تعالیٰ بھی ربّ اشعث اغبر کے مصداق اس خاندان کو لڑکا ہی عنایت فرماتا۔

راقم الحروف ایک نشان کا خود گواہ ہے۔ مجھے سن تو صحیح یاد نہیں آپ کے مسندِ امامت پر متمکن ہونے کے چند سال بعد کا واقعہ ہے جلسہ سالانہ قریب تھا خاکسار کی ڈیوٹی لنگر خانہ نمبر ۲ میں بطور انچارج دفتر تھی۔ ابھی لنگر کا کام شروع نہیں ہوُا تھا ۲۲ ردسمبر کی شام اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو کر نمازِ مغرب بیتِ مبارک میں پڑھنے گیا۔ مطلع ابر آلود تھا اور تھوڑی تھوڑی پھوار بھی وقفے وقفے سے پڑ رہی تھی۔ حضور نے نمازِ مغرب پڑھائی تو محترم مولانا ابوالعطاء صاحب مرحوم جو آپ کی اقتداء میں پہلی صف میں نماز پڑھ رہے تھے نے عرض کیا حضور بارش ہو رہی ہے نمازِ عشاء بھی جمع کروا دیں۔ حضور نے پیچھے مُڑ کر فرمایا بارش نہیں ہوگی البتہ سردی کی وجہ سے نمازیں جمع کروا دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے نمازیں جمع کروا دیں۔ جب ہم بیتِ مبارک سے باہر نکلے تو وقفے وقفے سے پڑنے والی پھوار بالکل بند ہو چکی تھی اور خاکسار کو چونکہ "بارش نہیں ہوگی" کے الفاظ یاد تھے اِس لئے بار بار مَیں آسمان کی طرف دیکھتا رہا۔ تقریباً ۹ بجے مطلع بالکل صاف ہو چکا تھا اور جلسہ سالانہ بخیر و خوبی صاف موسم میں منعقد ہوُا۔ چند روز بعد محترم مولانا ابوالعطاء صاحب مرحوم نے "قبولیتِ دعا کا ایک تازہ نشان" کے تحت الفضل میں اس واقعہ کو شائع فرمایا۔

بعض واقعات گو اپنی نوعیت کے لحاظ سے بہت معمولی ہوتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے اس بندے کے ساتھ پیار پر دلالت کرتے ہیں۔ گھوڑ دوڑ ٹورنامنٹ کا فائنل میچ تھا خاکسار حضور کے پیچھے کھڑا تھا۔ آڑی کِلّہ (کلّے کی موٹائی جو ½۱" ہوتی ہے وہ طرف سامنے کی جاتی ہے) تھا اور کوئی سوار بھی اس کو اکھاڑ نہیں رہا تھا۔ ایک دفعہ واپسی پر محترم سید احمد صاحب کا ہلوں ۳۳۲ ج۔ب دھنی دیو فیصل آباد سٹیج کے سامنے سے گذرے اور حضور کی خدمت میں درخواست کی کہ ان کے لئے دعا کریں کہ وہ کِلّہ اُکھاڑ سکیں۔ جب ان کی باری آئی اور گھوڑا ابھی کلّے سے کچھ فاصلے پر تھا تو خاکسار نے حضور کے دہنِ مبارک سے یہ الفاظ سُنے "چلو جی ہُن لے جاؤ جی" اور اگلے ہی لمحہ کِلّہ نیزے پر تھا۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حد درجہ عاشق تھے اور سُنّتِ نبوی کو اپنا معمول بنائے رکھا اور جماعت کو ہمیشہ سنت سے وابستہ رہنے کی تلقین فرماتے رہے۔ آپ نے بیرون ممالک کے دَوروں میں بھی اس حسین تعلیم کو پھیلایا اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور شان کو دوبالا کرتے رہے خصوصاً عیسائیوں کے مقابل پر تو آپ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسین عمل کو اجاگر کر کے عیسائیت پر برتری ثابت کی۔ صلیب کانفرنس لندن کے موقع پر حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مقابل پر حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی مقام کو واضح فرمایا۔

سیّدنا حضرت اقدس بانیٔ سِلسلہ عالیہ احمدیہ کے علمِ کلام پر گہری نظر تھی اور اپنے خطبات کو ہمیشہ ان ادب پاروں سے مزیّن فرماتے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"کثرتِ مطالعہ سے مجھے اتنی مشق ہو چکی ہے کہ جب بھی مَیں حضرت مسیح موعود...... کی کوئی ایسی تحریر پڑھتا ہوں تو از خود قرآن مجید کی وہ آیات میرے ذہن میں آنا شروع ہو جاتی ہیں جن کی وہ تحریر یا عبارت تفسیر ہوتی ہے۔"

دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود کے علمِ کلام کے شوق نے سونے پر سہاگے کا کام دیا۔ اس وسعتِ علمی اور گہرائی و گیرائی کا اندازہ اس وقت ہوتا تھا جب بیرون ممالک میں آپ پریس کانفرنسوں سے خطاب فرماتے یا مختلف علوم کے ماہرین سے گفتگو فرماتے۔

اِن ساری مصروفیات کے باوجود آپ تفریحات میں بھی شغف رکھتے تھے۔ زمیندارہ، تعمیرات، قدرت کے نظاروں کا مشاہدہ، شکار، تیر اندازی، گھوڑے اور خصوصاً عربی نسل کے گھوڑے آپ کی مرغوب تفریحات تھیں اور ان کے بارے میں وسیع علم بھی رکھتے تھے۔

الغرض وہ عظیم عربی اور پیارا محسن، محبت و شفقت کا پیکر تھا۔ اس کی حسین یادیں ہر احمدی کے دل میں انگڑائیاں لے رہی ہیں۔ ؎

پیارے آقا آج بھی تُو زندہ ہے + ماہِ تاباں کی طرح تابندہ ہے

کمپیوٹرڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ایک اہم نوٹس.

کسی قسم کا بھی چندہ بھجواتے ہوئے اپنا **کوڈ نمبر** لکھنا نہ بھولئے۔ اس طرح آپ کا حساب بھی صحیح رہے گا اور کام کرنے والوں کے لئے بھی بہت آسانی پیدا ہو جائے گی۔

اگر ابھی تک آپ کو اپنا **کوڈ نمبر** معلوم نہیں یا آپ کا **نام** آپ کے پتہ پر صحیح درج نہیں یا آپ کو **النور گزٹ** نہیں مل رہا تو براہ کرم مندرجہ ذیل ٹیلیفون نمبرز یا پتہ پر مکرم چوہدری نصیر احمد صاحب سے رابطہ کرکے ممنون فرمائیں جزاکم اللہ۔

703-264-9613 / 703-883-5138

2141 LEROY PL. N.W., WASHINGTON, D.C. 20008

جلسہ سالانہ امریکہ کے موقعہ پر مہمانوں کی خدمت کرنے والے احباب اپنے آقا کے ہمراہ